ان الفاظ میں کیا ہے کہ "اُن کا چرچ اِس سال ۶۵ ہزار "مراپو" عقیدے کے لوگوں کو بپتسمہ دے گا۔ اُن کا چرچ گزشتہ آٹھ برس سے دس ہزار افراد فی برس کی شرح سے ترقی کر رہا ہے۔

مذکورہ بالاصورتِ حال سے واضح ہے کہ انڈونیشیا کے دور دراز جزائر میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ چرچ ایک دوسرے سے بھرپور تعاون کر رہے ہیں اور اُن کی کامیابی سے انڈونیشیا کے بعض جزائر کی تہذیب و ثقافت مکمل طور پر بدل چکی ہے۔

یورپ

البانیہ: چرچ تنظیموں کی جانب سے مجوّزہ نئے دستور کی مخالفت

"ورلڈ کونسل آف چرچز" نے "کونسل آف یورپین چرچز" کے بھرپور تعاون سے البانوی حکومت کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے کہا ہے کہ نئے مجوّزہ دستور کی بعض دفعات البانیہ کے آرتھوڈوکس چرچ کے کام کو "سخت متاثر" کریں گی۔ "آرتھوڈکس چرچ آف البانیہ" نے جو "ورلڈ کونسل آف چرچز" اور "کونسل آف یورپین چرچز" دونوں کا رکن ہے، نئے دستور کے مسوّدے میں "عدم مساوات" کا مسئلہ اٹھایا ہے۔ مسیحیوں کا نقطۂ نظر ہے کہ دستور امتیازی سلوک کا باعث بنے گا کیوں کہ اِس میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ ریاست کا سربراہ البانیہ کی "سب سے بڑی مذہبی کمیونٹی" سے ہونا چاہیے۔ ورلڈ کونسل آف چرچز کے جنرل سیکرٹری، جین فشر نے البانیہ کے صدر صالح بریشہ کے نام خط میں کہا ہے کہ یہ دفعہ مجوّزہ دستور کی اِس دوسری دفعہ کے خلاف ہے جس میں مذہب و ریاست کو الگ الگ بتایا گیا ہے۔

جین فشر نے یہ بھی کہا کہ البانیہ کا مجوّزہ دستور اُس معاہدے کے بھی خلاف ہے جس پر البانیہ اور Conference on Society and Co-operation in Europe (یورپ میں معاشرے اور تعاون کے بارے میں کانفرنس) نے دستخط کیے ہیں۔ اِس معاہدے میں مختلف مذہبوں کے ماننے والوں کو اپنے اداروں کے افراد کے "انتخاب، تقرّر اور تبادلے" کا حق دیا گیا ہے۔ فشر نے اِس بات پر زور دیا ہے کہ نئے دستور کو اِس بات سے کوئی غرض نہ ہونا چاہیے کہ مذہبی برادریوں میں سے کون قائدانہ منصب حاصل کرتا ہے اور کون نہیں کرتا، اور ان قائدانہ مناصب کے لیے البانیہ میں کسی مدّتِ رہائش کی شرط سے احتراز کرنا چاہیے۔ جین فشر نے صدر بریشہ کے نام خط البانیہ کے سفیر برائے اقوام متحدہ (مقیم جنیوا) جناب ضیف سمونی کے ساتھ ایک گھنٹے کی ملاقات میں اُنہیں پیش کیا۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ "ورلڈ کونسل آف چرچز" اور "کونسل آف یورپین چرچز" کی اِس ساری

احتجاجی مہم کا مقصد یہ ہے کہ کسی غیر ملکی چرچ رہنما کے لیے البانیہ میں کوئی اہم منصب اصل کر لیا جائے۔ مجوزہ دستور کے مطابق سربراہ ریاست کے لیے ضروری ہے کہ وہ البانوی شہری ہو، البانیہ میں پیدا ہوا ہو اور گزشتہ بیس برس میں البانیہ میں مستقل طور پر سکونت پذیر رہا ہو۔ واضح رہے کہ البانوی آرتھوڈکس چرچ کے آرچ بشپ اناس تاسیوس یونانی ہیں۔

بوسنیا کے بے سہارا بچوں کو "انگریز خاندان میسر آ گئے ہیں"۔

آکسفورڈ (انگلستان) سے نو میل کے فاصلے پر ایک چھوٹا سا گاؤں وینڈل بری ہے۔ یہاں کی ایک خاتون سیلی ٹریچ ایک تنظیم پروجیکٹ سپارک (Project Spark) کی ڈائریکٹر ہیں اور یہ گاؤں تنظیم کا صدر دفتر ہے۔ ان دنوں سیلی ٹریچ بوسنیا ہرزے گووینا میں بچوں کی تعلیم اور امدادی کاموں میں مصروف ہیں۔ اُن کا ایک انٹرویو ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے کیتھولک جریدہ America نے ۱۷ دسمبر ۱۹۹۴ء کی اشاعت میں شائع کیا ہے۔ انٹرویو میں سیلی ٹریچ کی ابتدائی رضاکارانہ زندگی، لندن کے بے گھر اور منشیات کے عادی لوگوں میں اُن کے کام، بوسنیا میں اُن کی دلچسپی اور وہاں حالیہ جدوجہد پر گفتگو کی گئی ہے۔ بوسنیا میں اُنہوں نے ۱۹۹۲ء میں پناہ گزین کیمپوں سے کام کا آغاز کیا، پھر اُن کی توجہ پہاڑوں کے اندر ایک غار میں چھپے ہوئے دو سو بچوں نے حاصل کر لی چنانچہ وہ اُن تک پہنچنے کی کوشش میں لگ گئیں۔ سیلی ٹریچ کے الفاظ میں

> اُن کی کہانی حیرت انگیز تھی۔ اُن کا تعلق شمال مغربی بوسنیا کے مرکزی مقام بنجالوکا کے تین دیہات سے تھا۔ اُن کے باپوں کو کلاشنکوف رائفلیں دی گئیں کہ دیہات کا دفاع کریں۔ ۱۲ سال سے زائد عمر کے لڑکے بھی اُن کے ساتھ شامل ہو گئے۔ لڑکیوں اور اُن کی ماؤں کو گھروں کے تہہ خانوں میں بھیج دیا گیا۔ ف حملہ آور سربوں کے ہاتھوں ط عصمت دری کے خوف سے وہ تہہ خانوں میں چھپی رہیں۔ تین ماہ سے زائد عرصے تک بچے تہہ خانوں میں پڑے رہے۔ چھ ہفتوں کے بعد جب تہہ خانوں میں آب و دانہ ختم ہونے لگا تو رات کی تاریکی میں خواتین اپنے بچوں کے لیے کچھ حاصل کرنے کے لیے باہر آئیں اور پھر کبھی واپس اپنے بچوں سے نہ مل سکیں۔ وہ گولیوں کا نشانہ بن گئیں۔ مسلمانوں کے دیہات تباہ کر دیے گئے اور سرب فوجوں نے قبضہ کر لیا، جو کچھ عرصے بعد آگے بڑھ گئیں۔ جب گولہ باری رُکی تو بچے چوہوں کی طرح بدروؤں سے باہر آئے۔ باہر آنے پر اُنہیں معلوم ہوا کہ کچھ سلامت نہ تھا۔ کوئی عمارت تھی اور نہ درخت ہی۔ یہ بچے کوئی دو سو تھے اور ان کے ساتھ صرف تین خواتین تھیں جو کسی طرح بچ گئی تھیں۔